شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

# ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری
قدس اللّٰہ سِرَّہُ السّعید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

جون 2020ء / شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ    جلد نمبر 12، شمارہ نمبر 6 - قیمت: 20 روپے    سالانہ ممبر شپ: 200 روپے    تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

## ارشادِ گرامی

**حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ**
مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریا کاندھلوی) سے مولانا حبیب الرحمٰن (لدھیانوی) نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ تصوف کیا ہے؟ انھوں نے کیا ہی خوب جواب دیا کہ: ''تصوف تصحیحِ نیت (ضروری اور جائز اعمال بجالاتے وقت ذاتی اور گروہی مفاد سے بالاتر ہوکر رضائے الٰہی کو پیشِ نظر رکھنے) کا نام ہے۔'' کیا ہی اچھا فرمایا! (حدیثِ پاک میں آیا ہے:)

''إنّما الأعمال بالنّیّات'' (اعمال کی قدر و قیمت نیتوں سے ہی ہے۔) (متفق علیہ)

ایک مرتبہ حضرت (عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ: ''مولوی صاحب! لوگ خبر نہیں تصوف کیسے سمجھتے ہیں؟ تصوف (تو) ''فقاہت'' کا نام ہے۔'' یعنی دینی سمجھ (شعور و بصیرت)۔ (گویا) حضرت شیخ (الحدیث کاندھلوی) نے تصوف کا ابتدائی سرا بیان فرمایا اور حضرت (عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کا انتہائی نتیجہ بیان فرمایا، جو تصحیحِ نیت سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ/ 5 دسمبر 1946ء، بروز: جمعرات۔ مقام: لاہور)
(ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 244، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

## ترتیبِ مضامین


- الٰہی ہدایات کے متبعین ہی کامیاب ہیں
- ظالم نظام کی حمایت کا ناقابلِ تلافی نقصان
- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (2)
- انسانی آزادیوں کو درپیش خطرات!
- حقیقی انسانی ترقی اور کامیابی کا نبوی ؐ طریقۂ کار
- فاتحِ سندھ؛ محمد بن قاسم ثقفیؒ (1)
- لبنان داستان اور پاکستان
- نئی عالمی تشکیل کے خدوخال
- جھوٹ اور پروپیگنڈے کے اثرات کا دائرہ
- ہر دور اور قوم کا ایک سامری ہوتا ہے
- سائنس کا بجتِ سامراج استعمال
- آج کی خوف زدہ دنیا حضرت موسیٰؑ کے واقعے سے رہنمائی لے
- حضرت مولانا نور محمد حقانی لدھیانویؒ
- کورونیت
- رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ/ 2020ء
- دینی مسائل


ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

RAHIMIA INSTITUTE OF QURANIC SCIENCES (TRUST) LAHORE PAKISTAN

**رحیمیہ** ہاؤس، 33/A کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org
رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

## درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

# الٰہی ہدایات کے متبعین ہی کامیاب ہیں

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ (2:38-39) (ہم نے حکم دیا: نیچے جاؤ یہاں سے تم سب، پھر اگر پہنچے تم کو میری طرف سے کوئی ہدایت، تو جو چلا میری ہدایت پر، نہ خوف ہوگا اُن پر، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو، وہ ہیں دوزخ میں جانے والے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

گزشتہ آیت میں بتلایا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں توبہ کے کلمات ڈالے۔ انھوں نے توبہ کی اور اللہ نے اُن کی توبہ قبول کی۔ اس آیت میں بتلایا جا رہا ہے کہ اللہ نے توبہ قبول کرنے کے بعد اُنھیں زمین پر بھیج دیا، تاکہ کلماتِ توبہ کی روشنی میں ظلم مٹانے اور عدل کے قیام کے ذریعے دنیا میں خلافت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ ان ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کے بعد جنت میں داخل ہوں۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ: توبہ کی قبولیت کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی تمام اولاد کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ اب تم فوری طور پر جنت میں داخل نہیں ہوسکتے، بلکہ دنیا میں جا کر اپنی توبہ کی سچائی ثابت کریں۔ اب اچھے اعمال واَخلاق کے ذریعے سے ہی جنت میں داخل ہوسکتے ہیں۔ اس لیے کہا گیا کہ اب تم تمام یہاں سے اُتر جاؤ اور دنیا میں خلافت کی ذمہ داریاں ادا کرو۔ حضرت شیخ الہندؒ لکھتے ہیں: ''حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ تو قبول فرمائی، مگر فی الفور جنت میں جانے کا حکم نہ فرمایا، بلکہ دنیا میں رہنے کا جو حکم ہوا تھا، اُسی کو قائم رکھا۔ کیوں کہ مقتضائے حکمت ومصلحت یہی تھا۔ ظاہر ہے کہ (حضرت آدمؑ) زمین کے لیے خلیفہ بنائے گئے تھے، نہ کہ جنت کے لیے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ جو ہمارے مطیع ہوں گے، ان کو دنیا میں رہنا مضر نہ ہوگا، بلکہ مفید۔ ہاں! جو نافرمان ہیں، اُن کے لیے جہنم ہے۔ اور اس (جنت اور جہنم کی) تفریق وامتحان کے لیے بھی دنیا ہی مناسب ہے۔''

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ دنیا میں تمھاری ترقی اور کامیابی کے لیے میری طرف سے ہدایات نازل ہوں گی۔ انسانیت کو اپنی ترقی کے لیے ہدایات اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے صحیح علم اور صالح عدل پر مبنی ہدایات کا نازل ہونا ضروری ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایات انبیا علیہم السلام کے قلوب پر وحیٔ الٰہی اور اُن کے متبعین اولیا اور حکما کے قلوب میں الہامات کی صورت نازل کی ہیں۔ ان ہدایات کی روشنی میں خلافت کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے اعلیٰ علم وشعور اور عدل وانصاف پر مبنی حکمتِ عملی تمھیں حاصل ہوگی۔

فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾: حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات کی اتباع کریں گے، علم وعدل پر مبنی خلافت کی ذمہ داریاں صحیح طریقے سے ادا کریں گے تو اُن پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ حضرت شیخ الہندؒ تحریر فرماتے ہیں: ''جو صدمہ اور اندیشہ کسی مصیبت پر اُس کے ہونے سے پہلے ہوتا ہے، اس کو ''خوف'' کہتے ہیں اور اُس کے واقع ہوچکنے کے بعد جو غم ہوتا ہے، اس کو ''حزن'' کہتے ہیں۔'' گویا کہ مستقبل میں کسی کام کے نتیجے میں جو خطرات، مصیبت اور اندیشے لاحق ہوسکتے ہیں، ہدایاتِ الٰہی پر عمل کرنے والوں کو ایسا کوئی خوف لاحق نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ انھیں صحیح علم وشعور اور عدل وانصاف پر مبنی الٰہی تعلیمات کے صحیح نتائج پر پختہ یقین حاصل ہوتا ہے۔ وہ خوف کے زیرِ اثر اپنے فیصلے نہیں کرتے، بلکہ ہدایاتِ الٰہی پر پختہ یقین اور بھرپور اعتماد کے ساتھ خلافت کی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔ دینی تعلیمات پر پختہ یقین ہی انھیں خوف سے نجات دیتا ہے۔

ماضی میں کسی غلط کام کی وجہ سے پڑنے والی مصیبت اور تکلیف سے انسان پر غم اور حزن کی کیفیت طاری ہوتی ہے، لیکن جو لوگ اپنے ماضی میں بھی ہدایاتِ الٰہی کے مطابق انسانی معاشرے کی خدمات سرانجام دیتے رہے، انھیں کسی مصیبت کے موقع پر ایسا غم اور حزن لاحق نہیں ہوگا، جو اِن کی آئندہ کی کارکردگی پر اثرانداز ہو۔ وہ اپنی غلطی کو درست کرنے اور نئے عزم کے ساتھ ہدایاتِ الٰہی کی پابندی اور خلافت کی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے مایوسی کے بجائے ہمہ وقت پُرعزم اور عملی طور پر تیار رہتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾: حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے وہ لوگ، جو ہدایاتِ الٰہی کا انکار کرتے اور اللہ کے احکامات کو نہیں مانتے، وہ جنت میں جانے کے مستحق ہرگز نہیں۔ انھوں نے حضرت آدمؑ کے کلماتِ توبہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ وہ اپنے کیے ہوئے معاہدے یعنی ''میثاقِ الست'' سے روگردانی کر رہے ہیں۔ اس لیے وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ انھوں نے چوں کہ الٰہی تعلیمات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے خلافت سے متعلق اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھائیں، اللہ کے ساتھ کفر وشرک کر کے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا ہے، انسانی حقوق پامال کیے ہیں، اس لیے وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

شروع سورت سے اس آیت تک یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ حضرت آدمؑ دنیا میں اللہ کے خلیفہ بن کر آئے ہیں۔ قرآن حکیم کے نزول کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ کی زمین میں آدمؑ کی اولاد کے متقی لوگ خلافت کا نظام قائم کریں۔ وہ ہدایاتِ الٰہی کے نور سے منور ہوکر ایک ایسی اجتماعیت قائم کریں، جو انسانی سماج میں خلافت کا نظام قائم کرے۔ جو لوگ کفر وظلم اور نفاق کے مرض میں مبتلا ہیں، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ وہ انسانی سماج کی تشکیلِ نو کرسکیں۔ صرف وہی جماعت کامیاب ہوگی، جو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں علم وشعور پھیلانے اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے گی اور اللہ کا خلیفہ بن کر صحیح کردار ادا کرے گی۔

www.rahimia.org

## درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

# ظالم نظام کی حمایت کا ناقابلِ تلافی نقصان

عَنْ أَبِی سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ''تَکُوْنُ أُمَرَاءُ تَغْشَاهُمْ غَوَاشٍ أَوْ حَوَاشٍ مِنَ النَّاسِ یَظْلِمُوْنَ وَ یَکْذِبُوْنَ، فَمَنْ دَخَلَ عَلَیْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِکَذِبِهِمْ، وَ أَعَانَهُمْ عَلٰی ظُلْمِهِمْ، فَلَیْسَ مِنِّی وَلَسْتُ مِنْهُ، وَمَنْ لَمْ یَدْخُلْ عَلَیْهِمْ، وَ یُصَدِّقْهُمْ بِکَذِبِهِمْ، وَ یُعِنْهُمْ عَلَی ظُلْمِهِمْ، فَهُوَ مِنِّیّ وَ أَنَا مِنْهُ.'' (مُسنَد أحمد، 11135)

(حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کچھ حکمران ہوں گے، کمینے قسم کے لوگ ان کے پاس کثرت سے ہوں گے۔ وہ ظلم کریں گے اور جھوٹ بولیں گے۔ جو آدمی ان کے پاس جا کر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرے گا، اس کا مجھ سے اور میرا اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ جو آدمی ان کے پاس نہ گیا، ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کی اور نہ ہی ظلم پر ان کی مدد کی، وہ مجھ سے ہے اور میں اس کا ہوں۔'')

جس وقت نظامِ ظلم قائم ہو جائے اور سسٹم پر نا اہل، ظلم پسند اور ظلم و جور کرنے والے لوگ مسلط ہو جائیں تو انسان کو اس وقت کیا حکمتِ عملی اختیار کرنی چاہیے؟ ایک صالح انسان کا کیا طرزِ عمل ہونا چاہیے؟ یہ حدیث اس حوالے سے ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر اُمت پر کوئی وقت ایسا آ جائے کہ ان پر ظالم لوگ مسلط ہو جائیں تو ان کی مجلس اور ہم نشینی سے حتی الوسع گریز کرنا چاہیے۔ ان کی مجالس میں بیٹھنا اور ان کے پاس آنا جانا، ان کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ بننا قطعی طور پر درست نہیں۔ اس لیے کہ جو شخص اُن کا ہم نوا، مددگار اور ان کی حمایت کرے گا، وہ رسول اللہ ؐ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ نبی ؐ اس کے بارے میں اپنے سے دُوری کی بہت سخت وعید سنا رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ایک مؤمن کو اُمت پر مسلط ظالم نظام کسی صورت گوارہ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ لوگ جو ظالم نظام اور ظالم حکمرانوں کی مقاربت اور ان کی ہم نشینی اختیار کرتے ہیں اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کرتے ہیں، وہ خواہ اہلِ سیاست سے ہوں، اہلِ مذہب سے ہوں، یا عوام الناس ہوں تو ان کے بارے میں رسول ؐ نے نہایت ناپسندیدگی اور ناگواری کا اِظہار کیا ہے۔ یوں آپ ﷺ ایسے لوگوں اور نظاموں سے دور رہنے اور اُن کے مقابلے کی حکمتِ عملی بنانے اور اس ماحول کو بدلنے کے لیے کوشش کرنے کی ترغیب ایک مخلص مسلمان کو دے رہے ہیں۔ مزید آپ ؐ یہ فرما رہے ہیں کہ ایسے لوگ جو اس ظالم نظام اور حکمرانوں کے خلاف عملی جدوجہد میں مشغول رہیں گے، ظلم پسند نظام کے خلاف نظریاتی اور اجتماعی جدوجہد کے حوالے سے ہمہ تن مشغول ہوں گے۔ انھیں روزِ محشر رسول اللہ ﷺ کی معیت اور قرب نصیب ہوگا۔ اس بنا پہ ظالم نظام کے خلاف محض زبانی مخالفت، مگر عملاً اس کی پشتیبانی درست عمل نہیں، بلکہ ظالم نظام کی مزاحمت کا عمل دنیا و آخرت کی بھلائی کا راستہ ہے۔

## صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

# حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہٗ 2

حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ''الصّادق البار'' (سچے اور نیک) کا لقب دیا اور ''سیّد من سادات المسلمین'' (مسلمان جماعت کے رہنماؤں میں سے ایک رہنما) فرمایا۔ آپؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت اسود بن عوفؓ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ آپؓ دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا: ''عبدالرحمٰن زمین و آسمان دونوں میں امین ہے۔'' آپؓ غزوۂ بدر سمیت تمام معرکوں میں حضورؐ کے ہمراہ شریک رہے۔ غزوۂ اُحد میں آپؓ کو ٹانگ پر گہرا زخم اور بیس سے زائد دیگر زخم آئے، آپؓ کے اگلے دو دانت ٹوٹے۔ آپؓ اہم ترین مواقع اور مشاورتی مجالس کے حاضر باش صائبِ رائے، غیر مرعوب لوگوں میں سے ایک تھے۔ سیاسی، اجتماعی اور قانونی معاملات میں درست اور قابلِ قبول عقلی رائے پیش کرتے۔ جب حضرت عمرؓ نے شراب نوشی کی سزا کے تعین پر مشاورت کی تو آپؓ نے فرمایا: ''سب سے ہلکی حد والی سزا مقرر کی جائے۔'' اس طرح اسّی کوڑوں کی سزا کا تعین کیا گیا۔ حضرت سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں تواضع اتنی تھی کہ آپؓ اپنے غلاموں کے درمیان میں بیٹھے ہوئے پہچانے نہیں جاتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے آخری وقت میں فرمایا کہ: ''عبدالرحمٰنؓ بہت سمجھ دار اور معاملہ فہم آدمی ہیں۔ اگر خلیفہ کے انتخاب میں اختلاف ہو جائے تو ان کی رائے کو غور سے سننا! جیسا کہیں، ویسا ہی کرنا۔'' صحابہ کرامؓ آپؓ کی امانت اور دیانت پر اس قدر اعتماد رکھتے تھے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں حیثیتوں میں اکیلے آپؓ کے بیان کو کافی سمجھتے اور آپؓ کی بات پر یقین کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ: ''عبدالرحمٰنؓ اپنے موافق اور مخالف دونوں کی گواہی دے سکتے ہیں۔ ان کو کسی ثبوت کی ضرورت نہیں، ان کا بیان ہی ثبوت ہے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی آمدنی کا ذریعہ تجارت تھا، لیکن ہجرت کے بعد کھیتی باڑی شروع کی۔ رسول اللہ ؐ نے آپؓ کو کچھ زمین دی تھی اور بہت سی خود بھی خریدی۔ کھیتی باڑی بھی آپؓ نے بہت بڑے پیمانے پر کی۔ اس کا کچھ اندازہ یوں ہے کہ آپؓ کے ایک زرعی فارم کو بیس بیس اونٹ پانی لگایا کرتے تھے۔ آپؓ کے رزق میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکتیں عطا فرمائیں کہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ازواجِ مطہراتؓ کی خدمت اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ آپؓ نے ان کے لیے ایک جائیداد وقف کی، جس کی ساری آمدن ازواجِ مطہراتؓ پر خرچ ہوتی۔ آپؓ کو صدقہ و خیرات کرنے کی بہت عادت تھی، تاریخ میں اس حوالے سے آپؓ کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ۳۲ھ/ 652ء میں 75 سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے آپؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو میں ان کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کے مطابق دفن کیے گئے۔ آپؓ کی اولاد میں 28 بیٹے اور 8 بیٹیاں تھیں، جن میں حضرت ابوسلمہؓ جلیل القدر فقہا میں شمار ہوتے ہیں۔

www.rahimia.org

## شذرات

# انسانی آزادیوں کو درپیش خطرات!

آزادی انسان کا بنیادی حق ہے اور ہر دور کا باشعور انسان اپنے اس حق کے لیے جدوجہد کرتا رہا ہے۔ کہنے کو تو آج کا دور انسانی آزادیوں اور بنیادی حقوق کے حوالے سے بہت سازگار ہے اور ماضی کے انسان کے مقابلے میں آج کے انسان کو آزادی اور حقوق کے حوالے سے زیادہ سازگار مواقع اور ماحول دستیاب ہے، لیکن ہمارے ملک میں گزشتہ ڈھائی، تین ماہ سے جاری صورتِ حال نے اس عہد کے انسان کی اس خوش فہمی کو بھی ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ ملک میں بنیادی انسانی حقوق کی پامالی نے ثابت کر دیا ہے کہ آج کا انسان سرمایہ داری کے عالمگیریت کے عہد میں اپنے بنیادی انسانی حقوق سے نہ صرف محروم ہے، بلکہ اس کے اب تک کے انسانی شعور کے تسلیم شدہ انسانی حقوق بھی خطرے سے دوچار ہیں۔ موجودہ لاک ڈاؤن میں کرونا وبا کو ایک خاص زاویۂ نظر سے ثابت کرنے اور مخصوص سوچ اور نظریہ منوانے میں جس جبر اور اختیارات کا استعمال ہمارے اربابِ اقتدار کر رہے ہیں، اس نے جمہوریت، مکالمے اور آزادیٔ اظہارِ رائے کی روح کو بری طرح سے مجروح کیا ہے، جس سے حریتِ فکر اور انسانی آزادیاں خطروں سے دوچار ہوگئی ہیں۔

حال آں کہ ایسے مواقع پر سائنسی اور عقلی بنیادوں پر سوچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قوم کے اجتماعی شعور کو آواز دی جاتی ہے۔ اس پر بحث اور مکالمے کو فروغ دیا جاتا ہے، تاکہ درپیش صورتِ حال کو ہر پہلو اور زاویۂ نظر سے دیکھا اور پرکھا جاسکے۔ اس کا اہتمام ریاست اور ملک میں موجود مختلف بحث و مباحثے کے فورمز پر ہونا چاہیے تھا، جو نہیں کیا گیا۔ ایک بنی بنائی سوچ پورے معاشرے پر مسلط (impose) کر دی گئی ہے اور بالجبر اسے تسلیم کرنے پر اصرار کیا جارہا ہے۔ اس حوالے سے ہمارے میڈیا گروپس نے خوف بانٹنے میں اپنا پورا کردار ادا کر کے اپنے مفادات کو یقینی بنایا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے ملک کے وہ حلقے جو مذہب کے مقابلے میں بھی عقل و سائنس کی بنیاد پر فیصلے کرنے کے دعوے دار ہیں اور اپنے مادی نظریات کے باعث مذہب اور روایات کے مقابلے میں سائنس کے ساتھ کھڑے ہونے کو اپنے شعور سے وفاداری کا اظہار سمجھتے ہیں، وہ بھی موجودہ وبا کی پشت پر کھڑے عالمگیریت کے ترجمان سرمایہ اور ریاست کے جبری فیصلوں پر خاموشی سادھے بیٹھے ہیں۔

وباؤں اور انسانی زندگی کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ ہر عہد کے انسان کو یہ چیلنجز درپیش رہے ہیں اور ہر دور کا انسان اپنے عہد کے شعور، ترقی اور سائنس سے ان کا مقابلہ کرتا رہا ہے۔ آج کے دور کا دردناک المیہ یہ ہے کہ سائنسی ترقی پر سرمائے کے کنٹرول نے ان وباؤں کو بھی لگام ڈال کر اپنے سامراجی مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ زندگی کے باقی شعبوں کی طرح میڈیکل سائنس کے شعبے کو جس طرح سرمایہ کنٹرول کرتا رہا ہے، یہ ہمارے مشاہدے کی عام چیز ہے۔ کرونا کے بعد اب ٹڈی دَل کی تلوار پاکستان کے کسانوں کے سر پر لٹک رہی ہے۔ دیکھیے اسے سائنس کے اَن داتا کیسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں، حال آں کہ سائنس کی ترقی کے باعث تو اس وبا سے انسانیت کو ریلیف دیا جانا چاہیے تھا، چہ جائے کہ اسے ایک استحصالی حربے کے طور پر استعمال کیا جائے۔

ایسے جبر پر مبنی اقدامات کا جواب عوامی مزاحمت کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ کرونا کنٹرول کے نام پر تیسری دنیا سمیت ترقی یافتہ جمہوری ملکوں میں بھی کوئی خاص مزاحمت سامنے نہیں آئی۔ آمریت اور تشدد کے اظہار اور بنیادی انسانی حقوق کے تعطل کے لیے جس بے رحمی سے طاقت اور فورسز کا استعمال کیا جارہا ہے، یہ جمہوری دور میں فسطائی حربوں کے اظہار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لاک ڈاؤن اور دنیا کو کنٹرول کرنے کے تجربے سے معاشروں میں موجود مزاحمت کی مختلف شکلوں کا بھی جائزہ لیا جارہا کہ مزاحمت کی کس شکل کو کیسے کنٹرول کیا جاسکتا ہے؟ تاجر تنظیموں اور ٹریڈ یونینز کے بااختیار نمائندوں کو بازار اور مارکیٹ کے عام دوکان داروں سے کاٹنے کے حربے استعمال کر کے ان کی اجتماعیت کو پامال کیا جارہا ہے، تاکہ ان کی مزاحمت کے جذبات کسی اجتماعی تحریک میں نہ ڈھل سکیں۔

حکومت اعلانات کے باوجود عوام کو کسی بھی قسم کا ریلیف دینے میں ناکام رہی ہے، بلکہ اس وبا کے خلاف مختص فنڈز کو بھی منصفانہ طریقوں سے خرچ کرنے میں بُری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ ان مختص فنڈز میں غبن اور کرپشن کی داستانیں زبانِ زدِ عام ہیں۔ شاید اتنی کرونا کی وبا نہیں پھیلی، جتنی حکومت کی نااہلی اور ہماری افسر شاہی کی ناخداخوفی سے کرپشن پھیلی ہے۔

علاوہ ازیں لاک ڈاؤن نے درمیانے کاروباری طبقوں کی معاشی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ وہ بے بس ہو کر اپنی تجارت کی بحالی کے ہر راستے کو اختیار کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ یہ جبر انتظامیہ کے لیے پیسے بنانے کا موقع پیدا کر رہا ہے۔ ان کی طلبِ زر کی خواہش کے سبب مارکیٹوں اور فیکٹریوں کے فرنٹ دروازے بند ہیں، لیکن پچھلے دروازوں سے پولیس اور انتظامیہ کی ملی بھگت سے سب کچھ چل رہا ہے۔ کرونا اقدامات نے کرپشن کے ناسور کو نیا خون فراہم کیا ہے اور 'ایک مریض پر پچیس پچیس لاکھ خرچ' کے نام پر بے رحمی سے لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ حکومت کی خواہش پر بعض ایسی طاقتیں بھی سرگرم رہی ہیں، جنھوں نے لاک ڈاؤن کی حمایت کے لیے معاشرے میں اثر و رسوخ رکھنے والے طبقات میں رقومات بانٹ کر رشوت کے فروغ میں حکومت کے لیے تعاون ''علی الاثم'' کا کردار ادا کیا ہے۔

سرمایہ داری نظام نے انسانی معاشروں پر اپنے اختیار اور کنٹرول کا یہ جو تجربہ کیا ہے، اس کی حمایت اور جواز کے دلائل گھڑنا بھی کسی جرم سے کم نہیں ہے، جسے کسی بھی شکل میں قبول نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے میں خالص، بے میل اور سچے نظریے کی آزمائش اور امتحان کا وقت ہوتا ہے کہ وہ انسانیت کو درپیش اس چیلنج میں کس کے ساتھ کھڑا ہے؟ ایسے چیلنجز سے انسانی تاریخ بارہا دوچار رہی ہے۔ ایسے غبار آلود ماحول میں جب سچ اور جھوٹ کا فرق مٹ جائے، مفادات اور خوف کی فضا میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہو جائیں، مردانِ حق نے حق سچ کی شمع فروزاں روشن کر کے جدوجہد اور قربانیوں کی تاریخ رقم کی ہے۔ اس تاریخی تسلسل کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری باشعور اور بے لوث اجتماعیت کے کاندھوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ جہدِ مسلسل کو جاری و ساری رکھے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

# حقیقی انسانی ترقی اور کامیابی کا نبویؐ طریقۂ کار

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ "حُجّةُ اللّٰهِ البالغه" میں فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ یہ (گزشتہ باب میں بیان کردہ) حقیقی ترقی وسعادت اور کامیابی دو طرح سے حاصل کی جاتی ہے:

## 1 حیوانی تقاضوں کو سِرے سے ختم کرنے کا طریقہ

ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے طبعی اور حیوانی تقاضوں کو سِرے سے ختم کردے۔ وہ اس طرح سے کہ:

(الف) انسان (بھوک، پیاس اور جاگنے وغیرہ سے متعلق) ایسے طریقے اختیار کرے کہ جن سے اس کے طبعی اور حیوانی تقاضے بالکل ٹھنڈے ہوکر رہ جائیں۔

(ب) حیوانی خواہشات کی شدت اور تیزی ختم ہوکر رہ جائے۔

(ج) حیوانی طبیعت کی علمی صورتیں اور اُن کے عملی تقاضوں کی شعلہ افشانی سِرے سے بُجھ کر رہ جائے۔

(د) پھر وہ اپنی تمام تر توجہات دنیا میں موجود گرد و پیش کی تمام جہتوں (یعنی دائیں بائیں، اوپر نیچے، آگے پیچھے) سے اوپر اُٹھا کر "عـالَمِ جبـروت" (یعنی اللہ کی ذات وصفات) کی طرف کرلے۔

(ہ) اس کا نفسِ ناطقہ (روح) ایسے علوم کو قبول کرنے لگے، جو مکمل طور پر دُنیاوی زمان و مکان کے دائرے سے باہر ہیں۔

(و) وہ (مشاہدۂ حق تبارک وتعالیٰ اور مقامِ فنا و بقا وغیرہ کی) ایسی باطنی لذتوں میں منہمک رہے، جو ہر طرح سے عام لوگوں کی مانوس لذتوں (مثلاً کھانے، پینے اور نکاح وغیرہ) سے بالکل مختلف اور اس کے قطعی منافی ہوتی ہیں۔

(ز) ایسا فرد لوگوں سے بالکل کوئی تعلق اور میل جول نہ رکھے۔ اُسے عام انسانوں کی پسندیدہ اور مرغوب چیزوں میں بالکل رغبت نہ رہے۔

(ح) جن چیزوں سے لوگ عام طور پر خوف زدہ ہوتے ہیں، وہ اُن سے بالکل نہ ڈرے۔

(ط) وہ دیگر تمام لوگوں سے بالکل علاحدہ ہوکر کسی دور دراز علاقے کے بلند ترین پہاڑی مقام پر بالکل تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرلے۔

کامیابی اور ترقی کا یہ وہ طریقہ ہے، جسے الٰہیات کو ماننے والے حکما (اشراقیین؛ جوگی اور راہب) اور مجذوب صوفیا اختیار کرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ہی اس طریقۂ کار سے اپنے اصل مقصد کو حاصل کر پاتے ہیں۔ باقی لوگ صرف ایسی خواہش ہی رکھتے ہیں۔ وہ پُرشوق نگاہوں سے اس طریقے کو اچھا سمجھتے ہیں اور بڑے تکلف سے مصنوعی طور پر ایسے مجذوبوں اور راہبوں کی صرف نقل اُتارتے ہیں۔

## 2 حیوانی تقاضوں کی اصلاح کا کامیاب طریقہ

دوسرا طریقہ (حقیقی سعادت اور کامیابی حاصل کرنے کا) یہ ہے کہ:

(الف) انسان اپنے حیوانی اور بہیمی تقاضوں کی ایک طرح سے اصلاح کرے۔

(ب) وہ اپنے طبعی اور حیوانی اصل تقاضوں کو برقرار رکھتے ہوئے ان میں پیدا ہونے والی کجی کو درست کرے۔

(ج) وہ اپنی حیوانی روح کو اپنے نفسِ ناطقہ (روحِ ملکوتی) سے وابستہ امور (تجلیاتِ الٰہیہ، مشاہدۂ حق اور ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت رکھنے والی کیفیات) افعال، کیفیات اور ذکر اذکار وغیرہ میں مشغول رکھنے کی پوری جدوجہد اور کوشش کرے۔

(د) وہ ان مَلکوتی افعال وغیرہ کی کم از کم اس طرح سے پوری نقل اُتارے:

(۱) جیسا کہ ایک گونگا آدمی اپنے جسمانی اعضا کے اشاروں کے ذریعے سے لوگوں کی باتوں کی نقل اُتارتا ہے۔

(۲) یا جیسا کہ ایک مصوِّر اپنی بنائی ہوئی تصویر میں انسان کی دلی کیفیات مثلاً ڈر اور شرمندگی وغیرہ کا عکس دکھاتا ہے۔ وہ انسان کی اس حالت کی تمام کیفیات اور احوال اس تصویر میں ایک مجموعی تاثر کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔

(۳) یا جیسا کہ میت پر رونے والی خواتین مرنے والے کے لیے ایسے ایسے کلمات اور جملے بار بار دہراتی ہیں کہ جو بھی سنتا ہے، وہ غمگین ہوجاتا ہے اور اُس میں بھی رونے اور غم کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔

[کامیابی کا دوسرا طریقہ انبیا علیہم السلام کا ہے]

کائنات میں جاری اللہ تبارک وتعالیٰ کی تدبیر کی بنیاد اس بات پر ہے کہ:

(الف) جو طریقہ انسانوں کی اصلاح و ترقی کا زیادہ آسان اور قریب تر ہو، اُسے اختیار کیا جاتا ہے۔

(ب) وہ طریقۂ کار ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں تمام افرادِ انسانی کی مجموعی طور پر اصلاح پیشِ نظر ہو، نہ کہ چند خاص افراد اور انسانی معاشروں سے بالکل الگ تھلگ رہنے والے افراد کی اصلاح کا طریقہ اپنایا جائے۔

(ج) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ دنیا میں موجود مخلوقات کے لیے جاری کیے گئے تخلیقی اور تکوینی نظام میں کوئی خلل ڈالے بغیر سب لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح و بہبود کا بہترین نظام قائم کیا جائے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم اور رحمت کے تقاضے سے انسانی ترقی اور کامیابی کے دوسرے طریقۂ کار کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے انبیا علیہم السلام اور رسول بھیجے۔ چناں چہ انھوں نے لوگوں کو اس دوسرے طریقۂ کار کی دعوت دی، اس پر لوگوں کو اُبھارا۔ البتہ پہلے طریقے کے حوالے سے انبیاؑ نے صرف چند ضمنی اشارات اور نتائج کے سوا اور کچھ بیان نہیں کیا۔ و للّٰہ الحُجّة البالغه (یہی اللہ کی بہت بڑی حجت ہے)۔"

(باب توزُّع النّاس فی کیفیة تحصیل هذهِ السّعادة)

www.rahimia.org

# فاتحِ سندھ؛ محمد بن قاسم ثقفیؒ 1

محمد بن قاسمؒ کا شمار اسلام کے نوجوان سپہ سالاروں میں ہوتا ہے، جس نے کم عمری میں ہی بہادری کے جوہر دکھائے اور بہت سے علاقوں کو فتح کیا۔ ان کی فتوحات کے سبب سندھ ''باب الاسلام'' کہلایا۔ مسلمان فاتحین جہاں کہیں بھی گئے ہیں، وہ اپنی حدودِ سلطنت کو وسیع کرنے یا وہاں کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے نہیں گئے، بلکہ مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کو اُن کے حکمران طبقوں کے ظلم و جبر سے نجات دلانے کے لیے گئے ہیں، یا وہاں پر موجود سازشی عناصر جو اسلامی حکومت کے خلاف وہاں کے حکمرانوں سے مل کر سازشوں میں مصروف تھے، ان کی سرکوبی کے لیے گئے ہیں۔

محمد بن قاسمؒ بھی انھیں فاتحین میں سے ایک ہیں۔ ان کی پیدائش ۷۵ھ/ 694ء میں ہوئی۔ ان کا تعلق طائف کے قبیلے بنوثقیف سے تھا۔ ان کے والد قاسم بن یوسف اپنے قبیلے کے ممتاز افراد میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے چچا حجاج بن یوسف عراق کے گورنر تھے تو اُن کے والد بصرہ کے حکمران تھے۔ یہ پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ ان کی ابتدائی تربیت بصرہ میں ہوئی۔ اس وقت بصرہ اہلِ علم و فن کا مرکز تھا۔ محمد بن قاسمؒ اہلِ علم کی مجالس میں شریک ہوتے اور ان سے کسبِ فیض کرتے۔ اس کے ساتھ وہ فوج میں بھرتی ہوگئے۔ غیر معمولی ذہانت و قابلیت کی بنا پر کم عمری میں ہی فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔

کارہائے نمایاں: ولید بن عبدالملک کے زمانے میں ایران میں کُردوں نے بغاوت کردی۔ بغاوت کے خاتمے کے لیے محمد بن قاسمؒ کو ذمہ داری دی گئی۔ انھوں نے نہایت بہادری کے ساتھ اس بغاوت کا قلع قمع کیا۔ اس پر ان کو شیراز کا گورنر بنایا گیا۔ اس وقت ان کی عمر 17 برس تھی۔ اسی سال سندھ کی مہم پر ان کو سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا (جس کا پسِ منظر ہم پچھلے مضمون میں واضح کر چکے ہیں)۔

اس مہم میں محمد بن قاسمؒ نے سندھ کے بیشتر علاقے فتح کیے۔ یہ فتوحات کا سلسلہ ملتان تک جا پہنچا۔ ان فتوحات کا دورانیہ تقریباً چار سال پر مشتمل تھا۔ انھوں نے مفتوحہ علاقوں میں ایسے نظامِ حکومت کی بنیاد ڈالی، جس سے انصاف تک لوگوں کی رسائی آسان ہوگئی۔ مذہبی رواداری کی پالیسی اختیار کی۔ ان کے حسنِ سلوک، اعلیٰ اَخلاق اور حسنِ تدبیر سے سندھ کے عوام ان کے گرویدہ ہوگئے۔

''فتوح البلدان'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ: ''محمد بن قاسمؒ انتہائی خلیق و ملنسار، باہمت و بامروت، ہر ایک سے محبت سے پیش آتے۔ عام زندگی میں لوگوں کے غم بانٹتے۔ انھی خوبیوں کی بنا پر سندھ کے عوام ان کے گرویدہ ہوگئے۔ جب وہ سندھ سے رخصت ہونے لگے تو ان کے جانے پر اہلِ علاقہ نے افسوس کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ جب ان کی وفات کی خبر ملی تو شہر کیرج کے ہندوؤں اور بدھوؤں نے اپنے شہر میں ان کا ایک مجسمہ بنا کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔''

## ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

# لبنان داستان اور پاکستان

لبنان بحیرۂ روم کی مشرقی پٹی پر شام اور اسرائیل کے ساتھ واقع ہے۔ یہ ایک چھوٹا ملک ہے۔ اس کی آبادی ستر لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ان میں سے 55 فی صد مسلمان ہیں۔ کرونا وائرس کی وبا نے دنیا کے کئی ممالک کو معاشی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ کچھ ایسا ہی لبنان کے ساتھ گزشتہ چند ماہ کے دوران ہو چکا ہے۔ یہ وہی لبنان ہے، جس کے بینک اور سیاحت پوری دنیا میں مقبول ہیں۔ ہوا یوں کہ فرانس سے 1943ء میں آزادی کے بعد اس ملک نے ترقی کی اور 50ء اور 60ء کی دہائی کے دوران بینکاری اور تجارتی بندرگاہ کے حوالے سے اپنی معیشت کو استوار کیا، لیکن 1975ء تا 1990ء کی خانہ جنگی نے اس کی معیشت کو خاک میں ملا دیا۔ بہ ظاہر یہ خانہ جنگی شیعہ سنی اور عیسائی رنگ لیے ہوئے تھی، لیکن اس کا آغاز فلسطینیوں کی ہجرت اور اسرائیل کی ریشہ دوانیوں سے ہوا۔ بالآخر اس جنگ نے خطے میں معیشت کا توازن بدل کر رکھ دیا۔ اس کے علاوہ تقریباً دو لاکھ افراد مارے گئے اور دس لاکھ ہجرت پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد وہی ہوا، جو دنیا میں اس قسم کے سانحے کے بعد ہوتا ہے۔ دولت مند ممالک کی مہارت اور کاریگری بروئے کار لائی گئی اور لبنان پر سامراجی مہربانی کے انبار لگا دیے گئے۔ چناں چہ معیشت کو مزید آزاد کیا گیا۔ تعمیرِ نو کے لیے خوب امداد دی گئی، جس میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور یورپی یونین پیش پیش رہے۔ سیاحتی شعبے میں جوئے اور قحبہ خانوں کو اتنا رواج دیا کہ سیاحتی حوالے سے عرب ممالک کے لیے لبنان، یورپ اور امریکا کا نعم البدل قرار پایا۔ بینکاری میں بیرونی سرمایہ کاروں کے لیے سود پر منافع بخش سکیمیں متعارف کروائیں اور پڑھے لکھے لبنانیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو مشرقِ وسطیٰ اور مغرب میں روزگار کے لیے آسان شرائط پر ویزے فراہم کیے گئے۔ 1990ء سے 2015ء تک معمولی اُتار چڑھاؤ کے ساتھ لبنانی معیشت تیز رفتاری سے پھلی پھولی، لیکن اسی طرح جیسے پاکستانی معیشت پروان چڑھی، یعنی قرضے لیے گئے اور اُن سے پُرتعیش زندگی کے لیے درآمدات کی گئیں۔ ایک وقت آیا کہ درآمدات 23 ارب ڈالر اور برآمدات محض 2.3 ارب ڈالر رہ گئیں۔ ملک پر اندرونی اور بیرونی قرضہ 80 ارب ڈالر تک جا پہنچا۔ اب لبنان کا گزارا سیاحت اور بیرونِ ملک مقیم لبنانیوں کی ترسیلاتِ زر پر تھا کہ اچانک کرونا کی وبا پھوٹ پڑی۔ یہ دو ذرائع بھی معدوم ہوگئے اور پورا معاشی ڈھانچہ اس وقت دھڑام سے نیچے آ گرا جب سب کو اپنی پڑی ہوئی تھی۔

اب حال یہ ہے کہ پچیس ہزار مزدور بے روزگار ہو چکے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں کمزور المعیشت لوگ جن میں فلسطینی اور شامی مہاجرین کی ایک کثیر تعداد ہے، کے بھوک سے مرنے کے خدشات نے جنم لے لیا ہے۔ سعد حریری کی حکومت معزول ہو چکی ہے اور لبنان بین الاقوامی ادائیگیوں میں دیوالیہ ہو چکا ہے۔ شہری انتظام، بجلی، ہسپتال وغیرہ غیر فعال ہو چکے ہیں۔ پاکستان کی معیشت کی اُٹھان پر غور کریں تو اس کا رُخ بھی کچھ لبنان جیسا ہی ہے۔ چناں چہ گلوبلائزیشن، برآمدی معیشت، قرضوں کی بنیاد پر ترقیاتی کام اور امداد دراصل ایسا معاشی ماڈل ہے، جو قوموں کو بالآخر تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

# نئی عالمی تشکیل کے خدوخال

کئی صدیوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ بڑا بحران دنیا کو نیا عالمی نظام نافذ کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، لیکن اگر نئے عالمی نظام کی تیاری میں تاخیر ہوتو بین الاقوامی قیادت یا اس کا مرکز لازمی طور پر تبدیل ہوجاتا ہے۔ کسادِ عظیم کا آغاز ریاست ہائے متحدہ امریکا میں 29/ اکتوبر 1929ء کو بازارِ حصص کے ٹوٹنے سے ہوا تھا۔ وہ منگل کا دن تھا۔ امریکا میں اسی مناسبت سے اسے سیاہ منگل کہا جانے لگا۔ فیڈرل ریزرو آف امریکا کے سابق چیئر مین ایلین گرین اسپان کا کہنا ہے: ''بہت زیادہ کاغذی کرنسی چھاپ کر ''فیڈ'' کامیاب ہوگیا۔ کیوں کہ اس نے برطانیہ سے امریکا کی طرف سونے کے بہاؤ کو روک دیا تھا، مگر اس کارروائی میں اس نے دنیا بھر کی معیشت کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ بہت زیادہ کرنسی مارکیٹ میں چھوڑنے پر اسٹاک مارکیٹ میں سٹہ بازی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اس کے بعد فیڈ نے جب رقم دینا بند کردی تو سٹہ بازی تو قابو میں آگئی لیکن بہت دیر ہوچکی تھی۔ 1929ء تک اسٹاک کا بلبلا بہت پھول چکا تھا اور اچانک رقم کی فراہمی بند ہونے سے بزنس پر سے اعتماد ختم ہوگیا۔ نتیجے میں امریکی معیشت بیٹھ گئی۔ برطانیہ کو زیادہ نقصان ہوا۔ اس نے اپنی پرانی غلطی یعنی شرحِ سود کم نہ کرنے کی تلافی کرنے کے بجائے 1931ء میں گولڈ اسٹینڈرڈ بالکل ترک کردیا۔ اعتماد کا نازک پارچہ پھٹ گیا۔ دنیا بھر کے بینک فیل ہوگئے۔ اس طرح عالمی معیشت 1930ء کے کسادِ عظیم کا شکار ہوگئی۔'' (گولڈ اینڈ اکنامک فریڈم "Gold and Economic Freedom" از ایلین گرین اسپان (چیئرمین فیڈ)، طبع: 1967ء)

حالیہ وبا نے اقتصادی اور سلامتی کے دونوں عالمی ستونوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ وبا کے ختم ہوتے ہی دنیا درجِ ذیل مسائل کا شکار ہوجائے گی: پہلی مزاحمت انفرادی سطح پر ملکی معیشت کی صورت میں نظر آئے گی۔ مضبوط اقتصادیات کے حاملین اس دھچکے کو برداشت کرلیں گے، جب کہ کمزور معیشت کے پاس مزید کھونے کے لیے کچھ باقی نہیں بچے گا۔ دوسرا مزاحمتی پہلو سماجی وانفرادی نفسیات کا دائرہ ہوگا۔ افراتفری اور کشمکش کا شکار ہونے والے انسانوں کی تعداد میں اضافہ سماجی رویوں پر منفی اثرات مرتب کرے گا۔ لہٰذا قومی سماجی مزاحمت رکھنے والے معاشرے کم سے کم نقصانات سے دوچار ہوں گے۔ تیسرا پہلو حکومتوں کے حوالے سے سامنے آئے گا۔ بروقت مؤثر حکمتِ عملی کی حامل حکومتیں کامیابی سے ہم کنار ہوجائیں گی، جب کہ کمزور ریاستوں کے مزید لاغر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس وبا کے اختتام پر ہم سب کو ملبے کا ایک ڈھیر ملے گا، جو کسی نئے عالمی نظام کے قیام کے لیے زمین ہموار کرے گا۔

مشرقِ وسطیٰ بالخصوص خلیجی ریاستیں ایشیائی محنت کشوں کے مراکز ہیں، لیکن اس وبا نے یہاں بھی تباہی پھیلا رکھی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی دلدل میں پھنسے محنت کش پہلے ہی نہ ختم ہونے والے مسائل کا شکار تھے۔ سرمایہ دارانہ نظام کا پہیہ جام ہونے کے باعث چھوٹے موٹے سرمایہ دار تو 2019ء کے اختتام کے ساتھ ہی بچا کھچا سرمایہ نکال کر اپنے ملکوں کی راہ لے چکے ہیں۔ اپنے محنت کشوں کو بے آسرا چھوڑ کر خود کو قرنطینہ میں چھپا لینے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ یورپ کو شدید دھچکے کا سامنا ہے۔ اٹلی یوروزون کی تیسری بڑی معیشت ہے۔ یورپین یونین نے سوائے 25 بلین یورو کے فنڈ قائم کرنے کے اَور کچھ نہیں کیا۔ اٹلی کے صدر نے یورپین یونین کے رویے پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اٹلی کو یورپ سے زیادہ تو چین سے امداد آرہی ہے۔ ایک ایسے موقع پر جب بین الاقوامی یک جہتی اور تعاون کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، یورپی ریاستوں نے مشکل کی اس گھڑی میں نہ صرف اپنی سرحدیں بند کرلی ہیں، بلکہ مالی امداد کے تمام راستے بھی مسدود کردیے ہیں۔ اسی کرۂ ارض پر چین بھی آباد ہے، جس کی پالیسی ہے کہ اس کا خواب صرف چینی عوام کے لیے نہیں، بلکہ دوسری اقوام کے لیے بھی اتنا ہی فائدہ مند ہوگا۔ ''ایک سڑک اور ایک پٹی'' (one road one belt) کا فلسفہ بھی یہی ہے۔

ووہان کے کامیاب تجربے کے چھ نکات کو چین کی خواہش ہے کہ دوسرے ممالک بھی اپنائیں: 1۔ اطلاع فوراً جاری کی جائے۔ 2۔ سماجی فاصلہ اور ٹریفک کنٹرول۔ 3۔ عام لوگوں کی جانچ پڑتال، اسکریننگ ٹیسٹ۔ 4۔ علاج کے منصوبے اور تحقیق۔ 5۔ وسائل کی تخصیص اور یقینی فراہمی۔ 6۔ مرکزی کمانڈ سسٹم اور حساس حکمتِ عملی۔ چین کا ایک میڈیا تھنک ٹینک ہر روز 60 ماہرین کے انٹرویو نشر کرتا ہے، جن میں چینیوں کے علاوہ بین الاقوامی طبی ماہرین بھی شامل ہوتے ہیں۔ ان خطوط اور پابندیوں پر سختی سے عمل درآمد سے ہی 30 دنوں میں چین کو سرخروئی حاصل ہوئی ہے۔ اس کامیابی کے بعد چینی صدر، کمیونسٹ پارٹی اور حکام آرام سے نہیں بیٹھ گئے، بلکہ اب غربت اور بے روزگاری کے خاتمے کے لیے مختلف علاقوں کے دورے کررہے ہیں۔ پالیسی یہ ہے کہ صنعتی پیداوار اپنی جگہ اہم ہے، لیکن انسانی صحت سب سے مقدم رہے گی۔

ان حالات میں یہ تأثر اُبھر کر سامنے آرہا ہے کہ اب امریکا سپر پاور نہیں رہے گا۔ کیوں کہ امریکی صدر ٹرمپ اس وبا کے بحران میں ایک عالمی لیڈر تو کجا، ایک اچھا مقامی سربراہ ہونے کا بھی ثبوت نہ دے سکا۔ حال ہی میں G-20 کا غیر معمولی سربراہی اجلاس سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں منعقد ہوا۔ دنیا کے بیس امیر ترین ممالک کے سربراہوں نے دو روز یعنی 26 تا 27 مارچ تک آج کے سلگتے ہوئے کرونا کے مسئلے پر غور و خوض کیا۔ چین نے اجلاس میں چار تجاویز پیش کی ہیں: 1۔ کورونا کے خلاف جنگ کا پختہ عزم۔ 2۔ علاج اور کنٹرول کے لیے اجتماعی اقدامات۔ 3۔ مقامی تنظیموں کی بھرپور مدد۔ 4۔ بین الاقوامی سطح پر اقتصادی پالیسیوں میں ہم آہنگی اور کامیاب میڈیکل ڈپلومیسی کے لیے یہ پیغام کہ سائنس دانوں اور سفارت کاروں کے درمیان فعال شراکت سے عالم گیر سائنس عوام کے مفاد میں آگے بڑھ سکتی ہے۔ گزشتہ صدی کے واقعات پر نظر ڈالیں؛ عظیم کساد بازاری، عالمی جنگیں، مشرقِ وسطیٰ کی تباہی؛ سب کا ذمہ دار متحدہ امریکا اور اس کی معاون یورپی اور ایشیائی طاقتیں تھیں۔ انسانیت کے قتل کا بھاری بھرکم بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھائے وہ اگلی صدی میں کیسے داخل ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ یہ بوجھ نہ صرف اس کی کمر توڑ دے گا، بلکہ قیادت کا تاج بھی اس سے چھین لے گا۔ ایشیائی قوتوں کا طاقت ور بلاک اس کی جگہ لیتا ہوا نظر آرہا ہے، کیوں کہ مسئلے کے تدارک کے لیے یہی بلاک چارہ گری کے اقدامات اٹھا رہا ہے۔

www.rahimia.org

# خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

## جھوٹ اور پروپیگنڈے کے اثرات کا دائرہ

27/ مارچ 2020ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں آن لائن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو عقل و شعور کے ساتھ صحیح رائے قائم کرنے، حقائق کا ادراک کرنے اور درست لائحۂ عمل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی یہ بات واضح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں انسانوں کا فیصلہ اُن کی عقل کی بنیاد پر فرمائیں گے۔ عقل بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا استعمال کرنا اس سے بڑی نعمت ہے۔ عقل ہو اور اُسے انسانیت کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال کیا جائے تو اس کا نام سامراجیت ہے۔ عقل ہو اور اللہ کے تعلق سے انسانیت کے فائدے کے لیے استعمال میں لائی جائے تو اس کا نام ایمان اور یقین ہے۔ اس لیے عقل کے منافی جو کام کیا جاتا ہے، وہ دراصل نہ تو دین ہے اور نہ انسانیت کی ترقی کا کوئی پروگرام ہے۔

جہاں عقل کا استعمال نہیں ہوتا، وہاں پروپیگنڈے کا استعمال ہوتا ہے۔ جھوٹ کو فروغ دیا جاتا ہے، جو حقائق کے منافی ہے۔ پھر جس درجے کا جھوٹ ہوتا ہے، اُسی درجے کے نتائج آتے ہیں۔ ایک آدمی نے اپنی ذات کے ساتھ جھوٹ بولا، حقائق کچھ ہیں، زبان سے کچھ اَور ادا کر رہا ہے تو دراصل یہ اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔ ایک آدمی اپنی بیوی بچوں سے جھوٹ بولتا ہے، اس کا اثر اُس کے خاندانی نظام پر پڑتا ہے۔ ایک آدمی اپنے دفتر میں اور اپنی کمپنی میں جھوٹ بولتا ہے، کاروبار یا اپنے کام سے متعلق بنیادی حقائق چھپاتا ہے تو اس کے جھوٹ کا اثر پورے دفتر اور کمپنی پر پڑتا ہے۔ ایک آدمی کسی ملّی، اجتماعی یا قومی کام میں جھوٹ بولتا ہے، یا حکومتی اور اداراتی نظام میں حقائق چھپاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنے جھوٹ میں شامل کر کے اس کو پروپیگیٹ کرتا ہے تو اس کا اثر پوری قوم پر پڑتا ہے۔

ایک جھوٹ وہ ہے، جو بین الاقوامی سطح پر بولا جائے۔ اقوامِ عالم کے اندر پروپیگنڈا کیا جائے۔ قرآن حکیم نے اس کے لیے لفظ استعمال کیا ہے: ''اِفک'' یعنی جھوٹ کا طوفان باندھنا۔ ایک فرد، ایک خاندان یا ایک چھوٹی سی کمپنی یا ادارے کے جھوٹ بولنے والے تمام افراد کا اثر زیادہ سے زیادہ اُسی دائرے تک محدود رہتا ہے، لیکن جب جھوٹ قومی نظام کے دائرے میں ہو، کسی جماعتی نظام میں ہو، بین الاقوامی سطح پر ہو تو اُس جھوٹ کا اثر ان تمام پر پڑے گا۔ اگر ملک اور قوم کے حکمران طبقے جھوٹ بولیں، اس کا پروپیگنڈا کریں تو قوم اور ملک پر اس کا اثر پڑے گا۔ اور بین الاقوامی سطح پر پوری انسانیت میں جھوٹ بولا جائے تو اس کا اثر کل انسانیت پر پڑے گا۔ سچائی کی بنیاد پر عقل کا استعمال نہ کرنا اور جھوٹ کو فروغ دینا بھی ایک فتنہ ہے۔ جتنا بڑا جھوٹ ہوگا، اتنا بڑا وہ فتنہ اور اِفک ہوگا۔ اس لیے قرآن حکیم نے ہر طرح کے فتنے، جھوٹ اور اِفک سے بچتے ہوئے عقل کی بنیاد پر حقائق کا ادراک کرنے کی رہنمائی دی ہے۔''

## ہر دور اور قوم کا ایک سامری ہوتا ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سامری کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیری قوم کو تیرے بعد ہم نے آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انھیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔'' (85:20) حضرت موسیٰ علیہ السلام طُور پہاڑ پر تورات لینے گئے تھے۔ وہاں انھیں اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ تم تو یہاں آ گئے۔ تمھاری قوم کو تو ہم نے فتنے (امتحان) میں مبتلا کر دیا اور سامری نے انھیں گمراہ کر دیا۔ قرآن حکیم نے اس واقعے کی تفصیل سورت طٰہٰ میں بیان کی ہے کہ سامری نے لوگوں کے زیورات اکٹھے کر کے، انھیں پگھلا کر اُن سے ایک بچھڑا بنایا اور اس کے اندر کوئی چیز پھونکی تو اُس میں سے گائے کی طرح کی آواز نکلنا شروع ہوگئی۔ گائے پرستی مصر کے اندر بہت تھی، جس کا بنی اسرائیل پر بھی اثر تھا۔ اس لیے انھوں نے سامری کے کہنے پر اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔

حضرت موسیٰؑ نے سامری سے پوچھا: اے سامری! تُو نے کیا حرکت کی؟ اُس نے جواب دیا: ''بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ'' (96:20) میں نے وہ اَن دیکھی چیز دیکھ لی، جسے عام لوگ نہیں دیکھ پاتے۔ میں نے وہ چیز وہاں سے اُٹھائی اور بچھڑے میں ڈال دی، جس سے اُس میں سے آواز نکلنے لگی۔ سامری حضرت موسیٰؑ کی جماعت کے منافقین میں سے تھا۔ آپؑ کی لیڈرشپ میں بنی اسرائیل کی قائم اجتماعیت کو توڑ کر اپنا اقتدار اور سامری راج حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اُس نے بچھڑے کو خدا بنا کر بنی اسرائیل کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ سامری کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ سزا دی۔ سامری سے فرمایا کہ تم انسانی اجتماعیت سے الگ ہو کر تنہا ہو جاؤ۔ اب تم مرض کی وجہ سے ہر کسی کو کہو گے کہ ''لَا مِسَاسَ'' (97:20) (مجھے کوئی نہ چھونا)۔ جو تمھیں ہاتھ لگائے گا وہ مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ تم اور تمھارے سب حواری دس دس فٹ کے فاصلے پر بکھر بکھر کر بیٹھو، تمھارا ایک دوسرے سے فاصلہ ہونا ضروری ہے۔ جب بھی کوئی سامری اور اُس کے حواریوں کے قریب آتا تو انھیں تکلیف ہوتی اور وہ چیختے چلّاتے۔

غالباً 'سامراج' لفظ سامری سے ہی بنا ہے۔ آج کی سامراجیت بھی سامری راج ہی ہے۔ پچھلے ڈھائی سو سال میں جب سے ادیان اور مذہب کی بنیاد پر قائم حکومتیں ختم ہوئی ہیں، سامراج نے اپنا مذہب محض مادی سائنس کے چند ادھورے افکار و نظریات کو بنا لیا ہے۔ یہاں تک کہ آج سامراج میڈیکل سائنس کو اپنے سیاسی و معاشی مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ جب سے ان قوتوں نے ایک وائرس دریافت کیا ہے، اُس کے مقابلے کے نام پر انسانوں کی فکری آزادی سلب کی جا رہی ہے، اُن کی سیاسی اور معاشی اجتماعیت کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی سامری کی طرح ایک اَن دیکھی چیز کو ایک ڈراؤنا خواب بنا کر انسانیت میں تفریق پیدا کرنے اور علاج معالجے کے نام پر قوموں کی آزادی سلب کرنے کے درپے ہیں اور ''لَا مِسَاسَ'' کا راگ الاپ رہے ہیں۔''

www.rahimia.org

# سائنس کا بحقِ سامراج استعمال

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''پچھلے دوڈھائی سو سال سے مذہب اور دین کی حکمرانی نہیں رہی۔ 1922ء کے بعد سے سسٹم سامری راج (سامراج) کی بنیاد پر بن رہے ہیں۔ آج کے مادی نظاموں میں سائنس کو مذہب کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ اس کی بنیاد پر جس وائرس کی دریافت اور اس کے انسانیت پر جو ممکنہ اثرات بیان کیے جا رہے ہیں، اس کے بارے میں سامری کی طرح یہ کہنا کہ: ''بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ يَبۡصُرُوۡا بِهٖ'' (ہماری بصیرت نے اُسے دیکھ لیا ہے) کافی نہیں ہے۔ اس پر بہت سے سنجیدہ سوالات اُٹھتے ہیں۔ بہ ظاہر ابھی وائرس آئے چند دن ہوئے ہیں، جب کہ اس پر 2011ء سے فلمیں، لٹریچر، ناولز اور بیانات کے تسلسل سے بہت سے سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ پہلے سے تیار کر کے رکھا ہوا تھا؟ گویا ''اِفک'' یعنی جھوٹ کا طوفان ہے۔ حال آں کہ دنیا میں وائرس بنتے رہتے ہیں، ٹوٹتے رہتے ہیں۔ انسان کی قوتِ مدافعت اور وِل پاور ایسی ہے کہ جب تک دنیا قائم ہے، وہ اپنی انسانیت کی بقا کے لیے کردار ادا کرتی رہے گی۔

قومی حکومتوں کا حال یہ ہے کہ وہ عالمی سامری اسٹیبلشمنٹ کے مقابلے پر بے بس ہیں، حتیٰ کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت رکھنے والا امریکی صدر ٹرمپ بھی شور مچاتا ہے کہ لاک ڈاؤن کرنے سے امریکا کی معیشت تباہ ہو جائے گی۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ تم کو وائرس کا پتہ نہیں، ہمیں پتہ ہے، اس لیے ساری دنیا میں لاک ڈاؤن کرو۔ لوگ خواہ اس وائرس سے مریں یا نہ مریں، لیکن ملک بند ہونے، غربت و افلاس اور بھوک سے مر جائیں تو ان ظالمانہ قوتوں کو کوئی پرواہ نہیں۔ کیوں کہ اس کی آڑ میں انھوں نے اپنے مالی مفادات اٹھانے ہیں۔ اس وائرس کے خوف کو عالمی میڈیا کے ذریعے اتنا پروپیگیٹ کیا گیا ہے۔ دنیا بھر کے مذہبی رہنما، علما، پوپ، مندروں اور گوردواروں کے پجاری، قومی حکومتیں اور سیاسی لیڈر عقل و شعور سے عاری ہو کر آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے بھی اپنے اپنے مذہب کی حقیقی تعلیمات اور قومی مفادات کے بجائے اس سامراجی پروپیگنڈے پر اعتبار کر لیا اور انسانی سماج میں فاصلے پیدا کر کے اپنی اجتماعیت توڑنے اور شرعی عبادات کی اصل حالت اور کیفیت کو تبدیل کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں۔

آج حکومت مذہب کی نہیں، مادی سائنس کی ہے۔ مذہب کا تو نظام ہی نہیں ہے تو مذہب پر کیسے الزام لگایا جا سکتا ہے؟ اس دور میں دینِ اسلام کا نظام نافذ نہیں ہے، نہ کسی اَور مذہب کی تعلیمات کا کوئی نظام قائم ہے۔ اس دور میں موہوم خطرات کی بنیاد پر صحیح عقل و شعور کا استعمال نہیں کیا جا رہا ہے، بلکہ جھوٹ کو پروپیگیٹ کیا جا رہا ہے۔ جیسے پہلے دور میں طاقت ور طبقے مذہب فروشی کر کے لوگوں کو لوٹتے تھے، بالکل ویسے ہی آج طبی سائنس کے نام پر طاقت ور سامراجی طبقے بڑے منظم طریقے سے صحت کے حوالے سے اَن دیکھے خطرات پھیلا کر سات آٹھ ارب کی آبادی کو مفلوج کیے ہوئے ہیں۔''

# آج کی خوف زدہ دنیا
## حضرت موسیٰؑ کے واقعے سے رہنمائی لے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سامری کے واقعے کو ایک مسلمان کو غور سے پڑھنا چاہیے۔ قرآن حکیم نے اس واقعے کے ضمن میں اُصولی باتیں بیان کر دیں، تاکہ اگر تمھارے زمانے میں اُس سے ملتے جلتے کوئی واقعات ہوں تو تمھیں تجزیہ کرنے کے لیے آسانی ہو۔ اس کو تذکرہ اور عبرت کہتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاعۡتَبِرُوۡا يٰۤاُولِى الۡاَبۡصَارِ (2:29) (اے عقل مندو! عبرت حاصل کرو) عبرت اور اعتبار یہ ہے کہ قرآن کے بیان کردہ واقعے کے اصولوں کی روشنی میں اپنے دور کے واقعات پر غور و فکر کرو۔

آج دنیا طاقت ور طبقے کے حکم سے مفلوج ہو کر رہ گئی۔ اس وقت چار پانچ ارب کی آبادی گھروں میں ایک ایسے خوف کی وجہ سے بند ہے، جس کا پروپیگنڈا کیا گیا۔ چند نادیدہ لوگوں کی اَن دیکھی باتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ تمھیں گھروں میں رہنا ہے۔ دنیا میں اس وقت مادی مفاداتی سائنس کا نظام مسلط ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس کے دعووں کو مذہبی لوگ احادیث و آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آج آیات و احادیث کا نظام نافذ ہے کہ ایسے نظام کو ثابت کرنے کے لیے آیات و احادیث کے مفاہیم بدلے جا رہے ہیں؟ پھر شرعی حکم تو شریعت کے احکامات کی بنیاد پر ہوتا ہے، نہ کہ مادی تجربات کی بنیاد پر۔ اس لیے کہ سائنس آج ایک تجربہ کرتی ہے تو کل کو دوسرا تجربہ ہوتا ہے۔ دین اس طرح کے تجربات سے آزاد ہے۔ وہ سائنس دانوں کے بدلتے تجربات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ وہ دینِ قیم کے اصولوں کی بنیاد پر شرعی احکامات بیان کرتا ہے۔

آج ساری دنیا کو عالمی ادارۂ صحت W.H.O نے ڈر کے نرغے میں پھنسا رکھا ہے۔ سب سے پہلے اسی ادارے نے میڈیا کے ذریعے دنیا کو یرغمال بنانے کے لیے جھوٹ اور خوف مسلط کیا تھا۔ اس کے بعد تمام اداروں نے یہی خوف بانٹا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''لِكُلِّ امۡرِىءٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ'' (11:24) جھوٹ کے طوفان میں جس نے بھی جس درجے کا حصہ ڈالا، پروپیگنڈا کیا، اُس خوف کو فروغ دینے کے لیے کردار ادا کیا، اس کو ضرور گناہ ملے گا۔ اس لیے ہمیں اس گناہ سے بچنا ہے۔

ان حالات میں ہمیں خوف کے بجائے دینی عقل و شعور سے کام لینا ہے۔ اس مرض کے مقابلے کے لیے حوصلہ پیدا کرنا ہے۔ آج سامری نما سامراج کا مقصد یہی ہے کہ ''لامساس'' کی اساس پر انسانوں کی اجتماعیت ٹوٹ جائے۔ لوگوں کے سماجی تعلقات توڑ کر انھیں گھروں میں قید کر دو، انھیں انفرادیت کا شکار بنا دو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانیت خطرے میں نہیں ہے۔ انسانیت کو ابھی باقی رہنا ہے۔ انسانیت تبھی باقی رہے گی کہ جب اس کا ہر سطح کا نظام' اجتماعیت کے اصولوں پر اُستوار ہو۔ آج ہمیں تمام اجتماعی گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ کے اس طوفان میں بہنے اور سامراجی مقاصد کے لیے آلہ کار بننے اور اس شر اور فتنے کا حصہ بننے سے بچائے اور حقائق کے تناظر میں رائے قائم کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)''

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

# حضرت مولانا نور محمد حقانی لدھیانویؒ

حضرت مولانا نور محمد لدھیانویؒ کا شمار برعظیم پاک و ہند کی ان شخصیات میں ہوتا ہے، جنھوں نے دینِ اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے میں اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ مولانا نور محمد لدھیانویؒ کی پیدائش ۱۲۷۲ھ/ 1856ء میں موضع مانگٹ، لدھیانہ میں مولانا علی محمدؒ کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی۔ مزید تعلیم کے حصول کے لیے دہلی، لکھنؤ، کان پور اور سہارن پور کے اسفار کیے۔ حدیث کی تعلیم مدرسہ مظاہرالعلوم سہارن پور میں رہ کر شاگردِ رشید حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ اور 1857ء کے مجاہدِ آزادی مولانا محمد مظہر نانوتویؒ سے حاصل کی۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد لدھیانہ واپس تشریف لائے اور اپنے والدِ گرامی کے قائم کیے ہوئے طالبات کے مدرسے کا انتظام سنبھالا۔ اس کا نام 'مدرسہ حقانیہ' رکھا۔ انھوں نے اس دور میں انگریز سامراج کی جانب سے پھیلائی گئی اِرتدادی سرگرمیوں کا بھی بھرپور جواب دیا۔ اس مقصد کے لیے ایک کتب خانہ اور 'مطبع حقانیہ' کے نام سے ایک پرنٹنگ پریس بھی قائم کیا۔ اسی مطبع سے اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے ایک مجلّہ بھی جاری کیا، جس کا نام قرآن حکیم کی سورت نور کی آیت سے ماخوذ ''نورعلیٰ نور'' رکھا۔ حق اور سچ کی تعلیم ان کی طبیعت میں رچی بسی تھی۔ نماز اور عقائد پر ایک منظوم کتاب بھی تحریر کی۔ شاعری میں تخلص 'حقانی' استعمال کرتے تھے۔

حضرت اخوند شیخ عبدالغفور سواتیؒ کے جانشین حضرت میاں شاہ عبدالرحیم سہارن پوریؒ کے حلقۂ اِرادت میں شامل ہوئے۔ حضرت سہارن پوریؒ نے انھیں اپنے مدرسے 'تعلیم القرآن' کا ناظم مقرر فرمایا۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور مولانا نور محمد لدھیانویؒ دونوں پیر بھائی تھے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارن پوریؒ سے ان دونوں حضرات کو اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ 1885ء میں اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارن پوریؒ کے وصال کے بعد کچھ عرصے کے لیے لدھیانہ تشریف لائے تو پھر دوبارہ 'مدرسہ حقانیہ' کی تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے۔ 1910ء میں حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے ہمراہ حج پر تشریف لے گئے۔ حج سے واپسی کے بعد ان کا مستقل قیام رائے پور ہی میں رہا۔ حضرت عالیؒ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ باقی تمام زندگی انھیں کے حکم کے تابع خانقاہِ رائے پور میں گزار دی۔

حضرت اقدس عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ نے اکابرین مشائخ کے طرز پر صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن حکیم کی تعلیم وتعلّم کے لیے ہندوستان بھر میں مدارس و مکاتیب کا ایک پورا نظام قائم کیا ہوا تھا۔ حضرت مولانا نور محمد لدھیانویؒ اس کے ذمہ دار اور نگران بنائے گئے تھے۔ حضرت عالی رائے پوریؒ نے ان سے بچوں کی عام فہم تعلیم کے لیے ابتدائی عربی قاعدہ لکھوایا، جس کا نام حضرت عالی رائے پوریؒ نے ''نورانی قاعدہ'' رکھا۔ اسے تمام مکاتیبِ قرآنیہ میں بہ طورِ نصاب جاری فرمایا۔ حضرت عالی رائے پوریؒ کے فیضانِ نظر سے یہ ''نورانی قاعدہ'' اتنا مشہور ومعروف ہوا کہ آج برصغیر کا کوئی ابتدائی مکتب اور مدرسہ ایسا نہیں، جس میں تعلیم کا آغاز اس نورانی قاعدے سے نہ ہوتا ہو۔ ہر جگہ ابتدائی نصاب میں یہ قاعدہ ضرور شامل ہے۔ طلبا کو نورانی قاعدہ پڑھانے میں مدد وسہولت کے لیے خود مولانا نور محمد لدھیانویؒ نے ایک کتاب تحریر کی تھی، جس کا نام 'نورانی قاعدہ مع طریقۂ تعلیم' رکھا۔ رائے پور میں اساتذہ کی تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً جو تربیتی اجلاس منعقد ہوتے تھے، ان میں اساتذہ کو نہایت کارآمد اور بہترین ہدایات دی جاتی تھیں، تاکہ بچوں کی تربیت کے حوالے سے کوئی نقص نہ رہ جائے۔ ان تمام تعلیمی ہدایات اور تربیتی اصولوں کو مولانا نور محمد لدھیانویؒ نے ایک جگہ جمع کردیا تھا، جو بعد میں ''تعلیمُ المعلِّمین'' کے نام سے کتابی صورت میں طبع ہوئی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے مدارس ومکاتیبِ قرآنیہ کا جو سلسلہ قائم فرمایا تھا، ان کو صحیح نہج اور درست طریقۂ کار کے مطابق چلانے کے لیے رائے پور میں ایک مرکزی نظام بھی وضع کیا تھا۔ اس مرکزی نظام کی سرپرستی اور براہِ راست نگرانی حضرت اقدس عالی رائے پوریؒ خود فرماتے تھے۔ ان مدارس کے معلّمین کی تربیت کا نظم جب وسیع ہوگیا تو اس کی انتظامی ذمہ داری بھی مولانا نور محمد لدھیانویؒ کے سپرد کردی۔

ان مدارس ومکاتیب کے اساتذہ کی تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً تربیتی سیمینارز منعقد ہوا کرتے تھے، جن میں اساتذہ کو طریقۂ تعلیم کے جدید اسلوب سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ بچوں کی نفسیات اور ان کی تربیتی ذمہ داریوں سے واقفیت بہم پہنچائی جاتی تھی۔ ابتدائی کلاسوں کے بچوں کو پڑھانے کا طریقہ عملی طور پر سکھلایا جاتا تھا۔ معلّمین کو ریاضی کی اہمیت بتلائی جاتی تھی اور اس کے پڑھانے کا عام فہم طریقۂ کار سمجھایا جاتا تھا۔ جب مدارس کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوگیا، اس کے نظام کو مربوط کرنے کی ضرورت پیدا ہوئی تو تعلیم وتربیت کے انتظامی امور اور امتحانات کے معاملات کے لیے حضرت مولانا نور محمد لدھیانویؒ کو ناظمِ امتحانات مقرر فرما دیا تھا۔ چناں چہ وہ امتحانات کی نگرانی فرمایا کرتے اور اس سلسلے میں پورا شیڈول مرتب کیا جاتا۔ امتحانات لینے والے حضرات کو اطلاعات دی جاتیں۔ متعلقہ مدارس کو خطوط لکھے جاتے۔ اس طرح ایک مربوط نظامِ امتحانات ترتیب دے دیا گیا تھا۔

مولانا حقانیؒ نے رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ/اپریل 1920ء میں لدھیانہ میں مدرسہ 'اُمّ المدارس' قائم فرمایا اور تدریسی امور سرانجام دیتے رہے۔ مولاناؒ تعلیمی سرگرمیوں اور اس کے تربیتی امور کے ماہر تھے، جس کی جھلک ان کی عملی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی تصانیف مثلاً ''نورانی قاعدہ''، ''طریقۂ تعلیم مع نورانی قاعدہ''، ''تعلیم المعلمین''، ''حسد اور اس کا علاج''، ''علم کی فضیلت'' وغیرہ میں بھی ملتی ہے۔

مولانا نور محمد لدھیانویؒ کا وصال ۱۳۴۳ھ/ 1925ء میں ہوا۔ ان کا مزار فیل گنج قبرستان لدھیانہ میں مرجع خلائق ہے۔

www.rahimia.org

مہمان کالم

تحریر: حسن کمال فاروقی

# کورونیت

لگ بھگ ایک دہائی قبل دسمبر 2009ء میں ایک بین الاقوامی تحقیقاتی ادارہ انفارمیشن ٹیکنالوجی سے متعلق اپنی ایک تحقیق مکمل کرتا ہے۔ چند ماہ کے جائزے کے بعد آخرکار مئی 2010ء میں وہ اپنی تحقیقاتی رپورٹ شائع کر دیتا ہے۔ اس ادارے کا نام راک فیلر فاؤنڈیشن (Rockefeller Foundation) ہے۔ یہ رپورٹ اس ادارے کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ اس رپورٹ کا نام Scenario for the Future of Technology and International Development ہے۔ جیسا کہ اس رپورٹ کے نام سے واضح ہے، اس رپورٹ کا مقصد یہ سمجھانا ہے کہ مستقبل میں مختلف منظرناموں Scenarios کی صورت میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کیسے اپنا کردار ادا کرے گی۔

اب دلچسپ بات یہ ہے کہ اس رپورٹ میں چار منظرنامے تصور کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا منظرنامہ یہ ہے کہ دنیا میں ایک عالمی وبا (Pandemic) پھیل جاتی ہے۔ اب اس تصوراتی منظرنامے میں جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ دنیا میں ایک عالمی وبا پھیل جاتی ہے، جو دنیا کی 20 فی صد آبادی کو متاثر کرتی ہے اور تقریباً 80 لاکھ لوگوں کو ہلاک کر دیتی ہے۔

2۔ اس وبا کی وجہ سے انسانوں کی بین الاقوامی آمد و رفت اور اشیائے خورد و نوش کی درآمدات و برآمدات پر پابندی لگ جاتی ہے۔

3۔ سیاحت (Tourism) کی انڈسٹری تباہ ہو جاتی ہے اور بین الاقوامی رسد و طلب کو روک دیا جاتا ہے۔

4۔ دنیا کی چمکتی دمکتی عمارتیں اور کاروبار ویران ہو جاتے ہیں اور لاکھوں افراد اپنی نوکریوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

5۔ افریقا، ساؤتھ ایشیا اور سینٹرل امریکا میں یہ وائرس تیزی سے پھیلتا ہے۔ کیوں کہ وہاں لاک ڈاؤن (Lockdown) پر باقاعدہ عمل نہیں ہوتا۔

6۔ ترقی یافتہ ممالک کے لیے بھی شہریوں کو لاک ڈاؤن کرنا ایک بہت بڑا چیلنج بن جاتا ہے۔ اور امریکا میں ابتدا میں نرمی کی وجہ سے یہ وائرس بہت تیزی سے پھیل کر ہزاروں افراد کو لقمۂ اَجل کا نشانہ بنا دیتا ہے۔

7۔ چائنا (China) انتہائی سخت پابندیوں (Lockdown mandatory) پر عمل کرتا ہے اور باقی ممالک کے نسبتاً بہت جلد اس وبا پر قابو پا لیتا ہے۔

8۔ اس عالمی وبا کی وجہ سے دنیا کے تمام ممالک کے حکمران اپنے اپنے طریقے سے طبی اصول وضوابط پر عمل درآمد شروع کر دیتے ہیں۔

9۔ تمام ممالک میں فیس ماسک (Face Masks) پہننا لازمی قرار دے دیا جاتا ہے اور جگہ جگہ داخلی جگہوں پر بخار (Temperature) چیک کرنا عام ہو جاتا ہے۔

10۔ مختلف ممالک کے حکمران اس وبا کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو اَور مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہاں تک کہ کئی ممالک میں قانون سازی کے ذریعے اس لاک ڈاؤن کو اَور مؤثر بنانے کی کوششیں شروع ہو جاتی ہیں۔

11۔ انڈیا میں "Air Quality Level" بہت تیزی سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

12۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس لاک ڈاؤن میں لوگوں کی رضامندی شامل ہونا شروع ہو جاتی ہے اور وہ اپنی خودمختاری پر سمجھوتا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بہرحال ایک وقت آتا ہے جب دنیا اس قرنطینہ (Quarantine) سے تنگ آ جاتی ہے اور اس وقت حکومتوں کو شدت سے انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

13۔ ترقی یافتہ ممالک میں موجود آئی ٹی قوانین (IT regulations) کو روک دیا جاتا ہے اور پہلے سے زیادہ مضبوط حکمران سائنس اور ٹیکنالوجی کے اداروں کو اپنی ترجیحات کے مطابق ایجادات کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

14۔ یہ نئی انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ایجادوں کا وجود و اطلاق زیادہ تر صرف ترقی یافتہ ممالک میں ہی ہوتا ہے اور ترقی پذیر ممالک ان کو صرف اختیار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

15۔ امریکا اور یورپ کو اتنی جلدی یہ ٹیکنالوجی بنانے پر دنیا بھر سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مگر دنیا میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کی مدد سے کچھ چیزیں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ہوائی اڈوں پر FMRI scanners لگا دیے جاتے ہیں۔ اسمارٹ پیکجنگ (smart packaging) کا اطلاق ہوتا ہے۔ متعدی اور وبائی بیماریوں کے لیے نئے آلاتِ تشخیص (diagnostics) وجود میں آتے ہیں اور ایک دوسرے منظرنامے کے تحت ویکسین (vaccines) بنائی جاتی ہیں۔

ایک منٹ رُکیے! یاد رہے کہ یہ ان اوپر دیے گئے بیانات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ تو بس ایک منظرنامہ ہے، جو دس سال پہلے کھینچا گیا تھا۔

آئیے! اب ایک اَور کہانی سنتے ہیں۔ مائیکروسوفٹ (Microsoft) کمپنی کا مالک بل گیٹس (Bill Gates) دنیا کا امیر ترین شخص ہے، یا رہ چکا ہے۔ اوپر دی گئی تحقیق کے مکمل ہونے سے کچھ عرصہ پہلے 2008ء میں Bill Gates نے اپنی کمپنی مائیکروسافٹ سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ کیوں کہ وہ اپنے تحقیقاتی فلاحی ادارے ''بل گیٹس ملنڈا فاؤنڈیشن'' (Bill Gates & Malinda Foundation) کو وقت دینا چاہتا تھا۔ اس ادارے کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ دوسرے اداروں کے ساتھ مل کر ویکسین (vaccines) مہیا کرتے ہیں اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی مدد سے تشخیصی آلات بھی بناتے ہیں۔

برطانیہ میں ایک اَور فلاحی ادارہ ''ویلکم ٹرسٹ'' (Wellcome Trust) کے نام سے کام کرتا ہے، جسے دنیا کا چوتھا بڑا فلاحی ادارہ کہا جاتا ہے۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد اس شعبے میں کام کرنا ہے، جو انسان کے زندہ رہنے اور خلافِ معمول کام کرنے کی استعداد سے تعلق رکھتا ہے؛ بائیومیڈیکل سائنس (Bio-Medical Science)۔

2015ء میں ان دونوں اداروں یعنی بل گیٹس فاؤنڈیشن اور ویلکم ٹرسٹ کے اتحاد سے ایک "Global Health Innovation Fund" کا قیام ہوتا ہے، جس کا مقصد ان دونوں اداروں کے مقاصد کے لیے فنڈز مہیا کرنا ہوتا ہے۔ پچھلے دس سالوں میں بل

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

گیٹس متعدد مواقع پر عالمی وباؤں کے پھیل جانے کے خدشات کا اظہار کرتا ہے اور یوٹیوب پر اس کی درجنوں ویڈیوز بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہیں۔ خاص طور پر وہ اپنی ایک ویڈیو میں دنیا کا سب سے بڑا خطرہ ہی وائرس (Virus) کو قرار دیتا ہے۔

جنوری 2017ء میں ایک اَور ادارہ "CEPI"، (Coalition for Epidemic Preparedness Innovations) کے نام سے وجود میں آتا ہے۔ اس کے قیام کا مقصد عالمی وباؤں کے لیے نئی ویکسین بنانا ہوتا ہے۔ یہ ادارہ سوئٹزرلینڈ کے شہر ڈیووس میں World Economic Forum کے تحت قائم ہوتا ہے اور اس کے بنانے والے کوئی اَور نہیں، بلکہ بل گیٹس فاؤنڈیشن اور ویلکم ٹرسٹ ہی ہیں۔ یورپین یونین اور برطانیہ بھی 2019ء اور 2020ء میں اس ادارے کے ممبرز بن جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ آج وبا آجانے کے بعد پوری دنیا ویکسین کے لیے اسی ادارے کی طرف دیکھ رہی ہے۔

یہ 8/اکتوبر 2019ء کی صبح ہے جب نیویارک کے ایک ہوٹل میں ''ایونٹ 201'' (Event 201) کے نام سے ایک تقریب ہوتی ہے، جس میں دنیا کے چند بڑے اداروں کے افسران شرکت کرتے ہیں۔ اس تقریب کو بھی بل گیٹس فاؤنڈیشن منعقد کرواتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس تقریب میں فرضی ویڈیوز (Pre-recorded videos) دکھائی جاتی ہیں کہ دنیا میں وائرس آچکا ہے۔ اس پر ہم نے کیا تیاری کرنی ہے؟ یہ ساری ویڈیوز (videos) یوٹیوب پر آن لائن دیکھی جاسکتی ہیں۔

اب اتفاق دیکھئے کہ اس تقریب کے تقریباً 2 ماہ بعد ہی دنیا میں وائرس آجاتا ہے اور وہی سب کچھ ہونے لگتا ہے، جو اِن ویڈیوز میں دکھایا گیا ہے۔ شاید یہ اتفاق ہی ہو، مگر ان ویڈیوز کو دیکھنے کے بعد بہت حد تک ممکن ہے کہ آپ کو یہ اتفاق نہ لگے۔

اب چلتے ہیں تیسری اور آخری کہانی کی طرف! مئی 2016ء کا مہینہ ہے اور اقوامِ متحدہ کے ہیڈکوارٹرز میں ایک سمٹ (Summit) وجود میں آتی ہے، جس کا نام ID-2020 رکھا جاتا ہے۔ اس ادارے کی ویب سائٹ www.id2020.org ہے۔ اس ادارے کے وجود کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کی بین الاقوامی شناخت ہونی چاہیے۔ اسے ''ڈیجیٹل شناخت'' (Digital Identity) کا نام دیا گیا۔ اس ادارے کا کہنا یہ ہے کہ اس شناخت کو ویکسین کے ذریعے تخلیق کیا جاسکتا ہے۔ اس ادارے کو بنانے والے بھی آپ کے لیے نئے نام نہیں ہیں، بلکہ وہی ویلکم ٹرسٹ، بل گیٹس ملنڈا فاؤنڈیشن اور راک فیلر فاؤنڈیشن ہیں۔ یہ ادارہ اپنا کام شروع کرچکا ہے اور بنگلا دیش میں حکومت کی رضامندی سے اس ڈیجیٹل آئیڈنٹٹی کو اپنا بھی لیا گیا ہے۔

یہ تینوں کہانیاں سن کر آپ اتنا تو بہ آسانی سمجھ گئے ہوں گے کہ ان اداروں کی یہ دس سالوں کی کوششیں اب رنگ لانے کو ہی ہیں اور شاید جلد ہی دنیا میں وہ ویکسینز مہیا کردی جائیں گی، جو دراصل وہ نسخۂ کیمیا ہے، جس سے اس دنیا کو قابو کیا جاسکے، یا ایک نظامِ نو کی بنیاد رکھی جاسکے۔ اس عالمی وبا کی حقیقت تو شاید میڈیکل سائنس سے وابستہ لوگ بہتر سمجھ سکیں، مگر محترم قارئین سے میرا صرف ایک سوال ہے کہ آپ کو اس وبا میں **کورونیت** کا عنصر کم اور **فرعونیت** کا عنصر زیادہ نظر نہیں آتا؟

(ماخوذ: روزنامہ دُنیا لاہور، سنڈے میگزین، 31/مئی 2020ء، ص: 3)

# دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

ازحضرت مفتی عبدالقدیر    شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

**سوال** (1): ہمارے ہاں لین دین کی ایک قسم رائج ہے، جس میں ایک شخص دوسرے شخص سے کچھ ماہ کے لیے گندم کے بدلے میں گندم ہی اُدھار لیتا ہے۔ ہمارا تعلق دیہی معاشرے سے ہے، جس میں ہم اپنی ضرورت کے مطابق سال بھر کی گندم جمع کر کے رکھتے ہیں، جو اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔ کبھی کچھ مقدار کم پڑ جاتی ہے، کبھی زیادہ ہوجاتی ہے۔ مثلاً میرے ایک عزیز فروری کے مہینے میں ہمارے گھر آئے اور کہا کہ مجھے ایک بوری (سوکلوگرام) گندم اُدھار دے دیں۔ فصل اُترنے پر میں آپ کو اتنی ہی مقدار گندم واپس کردوں گا۔ (گندم کی فصل اپریل میں اترتی ہے) جب کہ میرے پاس گندم ضرورت سے اتنی زیادہ ہے کہ اگر اسے گندم دے دوں تو اس سے میری ضرورت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس طرح گندم اُدھار دینا، جس میں واپس گندم کی اتنی ہی مقدار لی جائے جتنی دی تھی اور دورانیہ اس طرح متعین نہ ہو، دو ماہ سے کچھ دن کم یا زیادہ ہوسکتا ہے۔ اس طرح کے لین دین کا ہمارے ہاں رواج بھی ہے۔ اس طرح کے لین دین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ امجد علی آرائیں، شیخ برتن اسٹور، محراب پور (سندھ)

**جواب** شرعاً اس طرح کا معاملہ کرنا درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ایک ہی جنس میں اگر اُدھار کیا جائے تو وزن برابر ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ گندم کا گندم سے اُدھار کرنا۔ اس میں متعین مقدار کے ساتھ اُدھار جائز ہے۔ محض اندازے سے جائز نہیں۔ ہاں! اگر اُدھار لینے والا بغیر کسی شرط کے کچھ اضافے کے ساتھ واپس کرے تو بھی جائز ہے۔

**سوال** (2): جو ماہانہ طے شدہ فنڈ ادارہ کو ادا کیا جاتا ہے، کیا شرعی اعتبار سے اس فنڈ کی حیثیت صدقہ کی ہے یا نہیں؟ کیا اس کا مَصرَف بھی عام صدقہ کی طرح کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ادارے کے فنڈ ز چوں کہ اجتماعی مفاد کے لیے خرچ ہوتے ہیں، اس لیے امدادی رقم اور صدقاتِ نافلہ کی نیت سے دیے جاسکتے ہیں، لیکن صدقاتِ واجبہ (زکوٰۃ) کے لیے فنڈ دیتے وقت اس کی مد بتانا ضروری ہے، تاکہ ادارہ میں موجود شعبہ جات کے حوالے سے زکوٰۃ کے مصارف پر ہی وہ رقم خرچ کی جاسکے۔

**سوال** (3): تہجد کا آغاز کس وقت اور اختتام کس وقت ہوتا ہے؟ ندیم فیض، لاہور

**جواب** عشا کی نماز کے بعد جو نوافل بھی پڑھے جائیں، وہ صلوٰۃ اللیل ہی ہیں اور تہجد میں داخل ہیں، البتہ تہجد کا افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ اس کا آخری وقت صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے۔

**سوال** (4): روزہ رکھا ہوا ہو تو انہیلر استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ قاری محمد اجمل، قصور

**جواب** روزے کی حالت میں انہیلر کا استعمال جائز نہیں۔ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی قضا لازم ہے۔

مدیرِاعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئنیز روڈ لاہور سے جاری کیا۔



www.rahimia.org